26

دعوت الی اللہ

(فرمودہ ۱۷ جولائی ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

انسانی کوششیں اور اسباب نہایت ہی محدود ہوتے ہیں۔ اور غیر معمولی نتائج جو ان سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کے فضل اور احسان ہی سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان نہ ہو اور اس کی طرف سے رہنمائی نہ ہو تو انسانی کوششوں کا بار آور ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اور پھر انسانی دلوں کا بدلنا تو ایک نہایت ہی مشکل بات ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ ماں باپ نہایت کوشش کر کے اپنی اولاد کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن باوجود کوشش کے بھی اولاد میں سے کسی ایک بچے یا سارے بچوں کو بھی اپنا ہم خیال نہیں بنا سکتے۔ حالانکہ اولاد ماں باپ کو اپنا حقیقی خیرخواہ سمجھتی ہے اور وہ یقین رکھتی ہے کہ یہ جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ ہماری بھلائی کے لئے کرتے ہیں۔ ماں باپ اور اولاد میں بعض دفعہ اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ جس کا باعث اختلاف خیالات ہے نہ کہ بدنیتی یا ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا یا ایک دوسرے پر ظلم کرنا۔ لیکن باوجود اس اختلاف کے ان میں ایک محبت ہوتی ہے اور عشق تک نوبت پہنچی ہوتی ہے۔ اور باوجود اس کے کہ ایک دوسرے کی نیت کے متعلق غلط فہمیاں بھی نہیں ہوتیں۔ ہر فرد ان کا اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ جو بات ان کی جانب سے ہوتی ہے۔ خیرخواہی سے ہوتی ہے۔ اور باوجود اتنی موانست کے پھر بھی اختلاف پیدا ہوتے ہیں اور مٹ نہیں سکتے۔ ماں باپ زور لگاتے ہیں کہ بیٹے ہمارے ہم خیال ہو جائیں۔ مگر وہ نہیں ہوتے پس اگر اس قدر سامان اتحاد کے باوجود اگر اس قدر بھروسہ کے باوجود اور اگر اس قدر توکل کے باوجود بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے تو ان لوگوں پر کامیابی حاصل کرنا اور ان لوگوں کے خیالات کو بدل ڈالنا جو کوئی اتحاد نہیں رکھتے اور جن کے ساتھ کسی قسم کے رابطہ نہیں بلکہ الٹی بدظنیاں ہوتی ہیں کتنا مشکل کام ہے۔

پس ان مشکلات کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ سب سے زیادہ اہم کام انبیاء کے حصے میں آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ یہ غرض رکھتے ہیں کہ دنیا کے خیال اور دنیا کے عقائد کو بدل ڈالیں۔ پھر وہ ایسے لوگوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ جن میں اور ان میں کوئی اتحاد نہیں ہوتا۔ پھر وہ ایسی حالت میں ان کے سامنے آتے ہیں کہ وہ بظاہر کمزور بے سامان اور غریب ہوتے ہیں اور دنیا خیال کرتی ہے کہ ان کا دعویٰ اصلاح نیک نیتی پر مبنی نہیں۔ اس لئے وہ ان کی مخالفت پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اور اسی خیال کے ماتحت وہ ان کے مقابلہ پر ضد سے کام لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کے زمانہ میں شریر لوگ پیدا ہوتے چلے آئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے پر فرعون تھا۔ جس نے کہا یہ ایک معمولی سا آدمی ہے ہم اس کو ہرگز نہیں مان سکتے۔ پھر رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی کہا گیا کہ یہ بڑا بننا چاہتا ہے چنانچہ کفار نے آپ سے کہا بھی کہ آپ بڑا بننا چاہتے ہیں۔ تو ہم آپ کو بڑا بنا دیتے ہیں۔ اگر آپ دولت کی خواہش رکھتے ہیں۔ تو ہم آپ کے لئے دولت جمع کر دیتے ہیں۔ (ا) ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی کہا گیا۔ غرض انبیاء ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ اپنی عزت اور بڑائی کے لئے کام کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس ڈھنگ سے دنیا کو قبضہ میں لائیں۔ غرض انبیاء کے متعلق ابتدا ہی سے بدظنی پر بنیاد ہوتی ہے۔ اہل دنیا سے انہیں کوئی رابطہ نہیں ہوتا۔ ان کے پاس کوئی سامان نہیں ہوتا کوئی تعلقات نہیں ہوتے۔ کوئی رتبہ اور شان نہیں ہوتی اس حالت میں ایک نبی دعویٰ کرتا ہے جسے سن کر لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ چاہتا ہے کہ ہم پر سردار بن جائے اور وہ ہمیشہ مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن باوجود اس قسم کی مخالفتوں کے انبیاء نے زمانے کی رو کے برخلاف چل کر لوگوں کی اصلاح کی اور کامیابی حاصل کرلی۔

بعض لوگ نادانی سے ہر شخص کی کامیابی کو معجزہ قرار دے لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ کامیابی جسے وہ کامیابی سمجھتے ہیں۔ حقیقی کامیابی نہیں ہوتی مثلاً جیسے پچھلی صدی میں یورپ میں ہوا۔ نپولین جو بعد ازاں شہنشاہ بن گیا فرانس کی بغاوت کے ایام میں پیدا ہوا۔ یہ ایسے دن تھے کہ تمام ملک میں بغاوت پھیلی ہوئی تھی۔ اور ہر ایک شخص ملک سے باغیوں کو نکالنے پر تلا کھڑا تھا۔ اور دن رات اسی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ ان دنوں میں جب کہ وہ ابھی پیدا ہی ہوا تھا۔ بڑے بڑے مصنف لوگوں کو اکسا رہے تھے۔ اور بڑی بڑی زبردست تصنیفیں اس بارے میں لکھی جا رہی تھیں تو یہ دن بغاوت کے تھے اور ایسے وقت میں لوگوں کو راہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو نپولین پر لوگوں کی نظر پڑی۔ اور انہوں نے اسے اپنا کمانڈر بنا لیا وہ چونکہ بہادر اور نیک تھا۔ آخر بادشاہ ہو گیا۔ مگر کیا یہ

سامان اس نے آپ پیدا کئے تھے۔ نہیں بلکہ اس سے تقریباً دو سو سال پہلے سے پیدا ہو رہے تھے پس نپولین فرانس کی بغاوت سے بڑا بنا اور اس لئے بڑا بنا کہ اس کے خیالات ملک کے خیالات کے مطابق تھے۔ لوگوں نے اسے چن لیا۔ اس میں اس کی اپنی اتنی عظمت نہیں جتنی اس کے انتخاب کرنے والوں کی ہے کہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو چن لیا جو ہر طرح کام کے قابل تھا اور جس آدمی کی ظاہری حیثیت دنیا میں کوئی بڑی نہیں تھی۔ یہ بات نپولین نے پیدا نہیں کی تھی۔ بلکہ لوگوں نے اسے چنا اور وہ اسی طرف چل پڑا جس طرف کہ ملک اس وقت چل رہا تھا۔ پس یہ کہنا کہ اس کی یہ کامیابی معجزہ کا رنگ رکھتی ہے۔ درست نہیں۔

آنحضرت ﷺ کی کامیابی کو دیکھ کر جو فی الحقیقت معجزانہ تھی۔ بعض لوگوں نے اس کے معجزانہ ہونے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ سب کچھ تلوار کے زور سے ہوا۔ اور یہی بات یورپ والوں نے بھی کہنی شروع کر دی۔ لیکن یورپ ہی کے ایک مصنف نے اس کی تردید لکھی ہے۔ جو لکھتا ہے۔ میں مسلمان نہیں ہوں لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے جب دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اگر میں یہ مان بھی لوں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تو میں یہ کیسے مان لوں کہ اکیلے رسول (صلعم) کی تلوار نے ایسے لوگ پیدا کر دیئے جو سب کے سب اس کے ساتھ جانیں قربان کرنے کے لئے دوڑے پھرتے تھے۔ آخر یہ تلوار چلانے والے پیدا کس نے کئے۔

۲۔ تو رسول کریم ﷺ کی یہ کامیابی معجزانہ رنگ میں تھی۔ نہ لوگوں کی رو اس طرف تھی جس طرف آپ ان کو لے گئے اور نہ ہی ان کے خیالات ایسے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے خیالات کے مطابق ہوتے۔ پس باوجود ان حالات کے آپ کا کامیاب ہو جانا صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ یہ معجزانہ طور پر تھا اور خدا تعالیٰ کی مدد و نصرت سے تھا نہ کہ انسانی کوششوں اور اسبابوں سے۔ مگر کیا نپولین کے متعلق کوئی ایسا کہہ سکتا ہے اس کے لئے تو پہلے سے سامان موجود تھے وہ ابھی بچہ تھا کہ اس کے زمانہ میں لوگ رات دن گورنمنٹ کے برخلاف جدوجہد میں لگے رہتے تھے۔ پس انبیاء میں ایسے وجود ہوتے ہیں۔ جنہیں مخالف حالات میں کام کرنا پڑتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کی کامیابی معجزانہ اور نشان صداقت کے طور پر ہوتی ہے۔

بعض لیڈر بھی ترقی کر جاتے ہیں۔ مگر ان کا بڑھنا اور ایک حد تک کامیابی پا جانا عارضی ہوتا ہے۔ ایسا ہی لوگوں کی پیر پرستی کو دیکھ کر اگر کوئی شخص خود پیر بن کر لوگوں کو اپنا مرید بنا لیتا ہے تو یہ بھی کوئی معجزہ نہیں کیونکہ وہ اس رو کے مطابق کام کر کے کامیاب ہوتا ہے جس میں لوگ آپ ہی آپ بہے چلے جاتے ہیں یہی حال سر سید کا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں میں انگریزی تعلیم جاری کرنے

کی کوشش کی بے شک ان کی مخالفت کی گئی ان سے ٹھٹھے اور ہنسی بھی کی گئی اور اینٹ پتھر بھی پھینکے گئے ان کے جلسے بھی بند کئے گئے اور طرح طرح سے ان کے کام میں روکیں بھی ڈالی گئیں۔ مگر اس میں بھی کیا شبہ ہے کہ جو کچھ وہ کہتے تھے اس پر عمل کرنے کے لئے مسلمانوں کو حالات مجبور کر رہے تھے کیونکہ ایک طرف تو گورنمنٹ کی یہی کوشش تھی دوسرے مسلمان دیکھ رہے تھے کہ ہم انگریزی تعلیم حاصل کئے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔ اور ہندو اس کی وجہ سے بہت ترقی کر رہے ہیں۔ پس سر سید کی چند سال لوگوں نے مخالفت کی۔ پھر وہ سمجھ گئے کہ انگریزی تعلیم سے ہم ترقی کر سکتے ہیں۔ اس وجہ سے انہوں نے نہ صرف مخالفت چھوڑ دی۔ بلکہ مؤید بن گئے۔

مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جو کام تھا وہ یہ کام تھا کہ لوگوں کو ان کے خلاف منشاء چلائے اور اس طرف لے جائے جس طرف وہ نہیں جانا چاہتے تھے۔ لوگ اس وقت یہ بد ظنی کرتے ہیں کہ یہ اپنی بڑائی کے لئے کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ اگر وہ اپنی بڑائی کے لئے کرتا ہو تو لوگوں کے خیالات کے خلاف نہ کہے۔ اور انہیں ادھر ہی لے جائے جدھر وہ جانا چاہتے ہوں۔ مگر نبی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا وہ انہیں ان کی خواہشات' عادات اور افعال کے خلاف چلانے کی کوشش کرتا اور اس وجہ سے لوگوں کی بد ظنیوں اور مخالفتوں کا ہدف بنتا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ یہ طریق وہی انسان اختیار کر سکتا ہے۔ جسے خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ ہو اور جسے یہ یقین ہو کہ ساری دنیا کی مخالفت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی - کیونکہ خدا میرے ساتھ ہے اور جو کچھ میں کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کہتا ہوں۔

چونکہ نبی اس اطمینان اور اس یقین کے ساتھ ساری دنیا کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے اس لئے اس کا دنیا میں آنا گویا خدا تعالیٰ کا آنا ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کے ذریعہ دنیا میں خدا کا جلال ظاہر ہوتا ہے۔ اسی امر کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس الہام میں اشارہ ہے کہ یا شمس و یا قمر۔ دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے۔ اس وقت نبی آتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے روشنی حاصل کر کے دنیا میں اس کے نور کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لحاظ سے وہ قمر ہوتا ہے۔ اور چونکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کو لوگ نہیں جانتے اور نبی کے ذریعہ وہ ظاہر ہوتا ہے اس لحاظ سے نبی شمس ہوتا ہے۔ تو انبیاء خدا تعالیٰ کو دنیا میں ظاہر کرنے کے لئے آتے ہیں اور یہی کام ان کی قائم کردہ جماعتوں کا ہوتا ہے۔ اور اسی کام کے لئے ہماری جماعت کھڑی ہوئی ہے۔

پس ہماری جماعت جو ایک نبی کی جماعت ہے۔ اس سے میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس نے اس کام کو کہاں تک سرانجام دیا ہے اور خدا تعالیٰ کو پوری روشنی میں دنیا والوں کو دکھانے کے لئے کس

حد تک جدوجہد کی ہے۔ اگر نہیں کی تو ہم کو اس فرض سے غافل نہیں ہونا چاہیے اور ہر ممکن کوشش کے ذریعہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کام کو جاری رکھنا چاہیے۔

دنیا کسی پرانے نبی کو تو آسانی سے مان سکتی ہے لیکن کسی نئے نبی کا ماننا اسے دوبھر ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پرانا نبی جو گزر چکا اس نے بذات خود تو اپنی تعلیم کا مقصد آ کے سمجھانا نہیں۔ لوگ جو چاہیں اس کا مطلب سمجھ لیں۔ مثلاً سود کو ہی اگر لیں تو قرآن کریم تو کہتا ہے کہ سود مت لو یہ قطعی حرام ہے لیکن مسلمان اگر یہ کہنا شروع کر دیں جیسا کہ کہنا شروع کر بھی دیا ہے کہ سود کے یہ معنی نہیں بلکہ کچھ اور ہیں اور وہ معنی جو وہ لیں وہ ان کے مطلب کے ہوں تو اب قرآن کریم نے تو بولنا نہیں کہ اس کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں اور نہ ہی دیگر احکامات کے متعلق اگر لوگ ان کے کچھ کے کچھ مطلب بنالیں وہ کچھ کہے گا۔ اس لئے قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کے احکام کو نہ مانتے ہوئے بھی لوگ ان کے ماننے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ایسی باتوں سے اگر کوئی روک سکتا ہے تو وہی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی تعلیم کو صحیح معنوں میں پیش کرنے کے لئے خدا کی طرف سے مامور ہو۔

ایسا ہی اگر کوئی کہہ دے کہ اب نماز کی ضرورت نہیں یہ اس زمانے کے لوگوں کے لئے تھی جن پر جہالت کا اثر تھا اور اب جب کہ جہالت دور ہو چکی ہے اس کی ضرورت نہیں۔ اب اگر رسول کریم ﷺ بھی اس وقت ہوتے اور اس زمانہ میں تشریف لاتے تو آپ بھی یہی فرماتے تو اس صورت میں بھی نہ قرآن کریم بولے گا اور نہ ہی رسول کریم ﷺ آکر فرمائیں گے کہ ان احکام کا یہ مطلب نہیں جو تم سمجھے بیٹھے ہو۔ اور جب کسی نبی نے آکر اپنی تعلیم کے متعلق کچھ کہنا نہیں اور غلط کاریوں سے ہاتھ پکڑ کے روکنا نہیں تو پھر اس کے ماننے کا دعویٰ کرنے میں کیا حرج ہو سکتا ہے۔ جو دل میں آیا کر لیا۔ اور جیسا خیال گزرا معنی بنائے۔ اب اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا دعویٰ کرتے ہوئے آپ کی تعلیم کا مفہوم کچھ کا کچھ ٹھہرا لیا جائے تو بھی مسلمانوں کے نزدیک کچھ حرج کی بات نہیں۔ قوم کی قوم بھی بنی رہتی ہے۔ اور اپنا مطلب بھی پورا ہو جاتا ہے۔ اندریں حالات پرانے نبیوں کا ماننا ان کے لئے مشکل نہیں۔ لیکن نئے نبی کا ماننا ایسے لوگوں کے لئے موت ہے کیونکہ اس نے تو ایسے موقع پر خاموش نہیں رہنا جب اس کی تعلیم یا اس کے مطاع کی تعلیم کو بگاڑا جائے گا اور نہ ہی اس کے بعد اس کی تیار کردہ جماعت ایسے موقع پر خاموش رہ سکتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں نبوت کا دعویٰ کرنے والا نبی تو نماز' زکوٰۃ روزہ وغیرہ کے متعلق وہی احکامات بتلائے گا کہ جو اصل ہیں۔ اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرے گا۔ اس

لئے اسے قبول کرنے میں لوگوں کو اپنی خواہشات کی قربانی کرنی پڑتی ہے اور اس وجہ سے انکار کر دیتے ہیں پس لوگ اس نبی کا تو انکار نہیں کرتے جو پہلے گزر چکا ہے۔ کیونکہ اس کے ماننے کا اقرار کرنے میں ان کا کچھ حرج نہیں ہوتا۔ لیکن اپنے زمانہ کے نبی کا ماننا ان کے لئے موت ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو صداقت مسیح موعودؑ کا قائل کرنا کس قدر مشکل کام ہے۔ جو اس زمانہ میں ہمارے سپرد ہوا ہے۔ اور یہ سوائے خدا کے فضل کے ہو نہیں سکتا۔

رسول کریم ﷺ کو جو کامیابی حاصل ہوئی وہ بھی محض خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوئی ورنہ مخالفین آپ کے مقابلہ میں بہت قوت اور طاقت رکھتے تھے۔ ابوجہل جو آپ کا بدترین دشمن تھا بہت طاقتور تھا۔ مگر تباہ و برباد ہو گیا۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام کو جو کامیابی ہوئی وہ بھی خدا کے فضل سے ہی ہوئی۔ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ تو کامیاب ہو گئے مگر عتبہ' شیبہ تباہ و برباد ہو گئے۔ اب ہمیں بھی خدا کے فضل سے ہی کامیابی حاصل ہو گی مگر خدا کے فضل کو حاصل کرنے کیلئے بھی کوشش کی ضرورت ہے۔ دیکھو ماں احسان کے طور پر بچے کو دودھ پلاتی ہے مگر جب تک بچہ روتا نہیں اس کی چھاتیوں میں بھی دودھ نہیں اترتا۔ اسی طرح جب تک ہماری طرف سے کافی جدوجہد نہ ہو گی اس وقت تک خدا تعالیٰ کا فضل بھی ہم پر نازل نہ ہو گا۔ اور ہمیں کامیابی حاصل نہ ہو گی۔

ہمارا کام کیا ہے۔ یہ کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہم اس تعلیم کو پہنچا دیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوئی ہے اور جس کی اس زمانہ کا تمدن اور عام رو مخالفت کر رہی ہے۔ اس تعلیم کے پہنچانے میں ہماری مخالفتیں ہوئیں اور ہو رہی ہیں ہمیں تکلیفیں دی گئیں اور دی جا رہی ہیں۔ ہم سے تعلقات منقطع کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں۔ ہم سے رشتہ داریاں چھوڑی گئیں اور چھوڑی جا رہی ہیں۔ الغرض ہر قسم کا نقصان ہمیں پہنچایا گیا اور پہنچایا جا رہا ہے۔ اور اگر خدا کے وعدے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نہ ہوتے۔ جن کی صداقت میں ہمیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں اور اس کا فضل ہمارے شامل حال نہ ہوتا تو ہماری کیا ہستی تھی کہ ان مخالفتوں کے مقابلہ میں ٹھہر سکتے۔ پھر پہلے انبیاء کے حالات بھی ہمارے دلوں کو مضبوط بنا رہے ہیں۔ کیونکہ وہاں نظر آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس طرح وعدے کرتا اور پھر کس طرح ان کو پورا کر دکھاتا ہے۔ اور پھر کن حالات میں سے وہ کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔ پس ہم کو اس کام سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ بلکہ ہمارا قدم آگے ہی آگے پڑنا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم گزشتہ نبیوں کے حالات پر نظر ڈالیں۔ اس وقت کام وہی کام ہے جو پہلے نبیوں کے وقت میں ہوا یا آئندہ جو نبی آئے گا اس

وقت ہو گا۔ دنیا کی مخالفت وہی مخالفت ہے جو پہلے نبیوں کے وقت میں ہوئی۔ پھر جب ان انبیاء کی جماعتیں کامیاب ہوئیں تو ہم بھی ضرور کامیاب ہوں گے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہماری سستی اور کمزوری کی وجہ سے اس کامیابی میں تاخیر ہو جائے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ تاخیر نہ ہونے دیں۔ مسلمان ہمیشہ اس خیال سے بہت نقصان اٹھاتے رہے ہیں کہ جو بات مقدر ہو گی وہ آپ ہی آپ ہو جاتی ہے۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی تقدیر تاخیر ہماری سستیوں اور کمزوریوں کے سبب ہوتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تقدیر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے لیکن تاخیر ہماری طرف سے ہوتی ہے۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ تقدیر تاخیر کو بدل ڈالیں اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہم کام میں لگ جائیں۔ اور اگر اخلاق فاضلہ پیدا کر کے ہمارا ہر فرد تبلیغ میں لگ جائے تو بہت جلد ہمیں بے نظیر کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہ کام کرنے والے اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی خدا کے فضل کے وارث اور اس کی نعمتوں کے پانے والے بن سکتے ہیں۔

چندہ خاص کی تحریک کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ ابھی اور قربانیاں ہیں جن کا میں مطالبہ کرنے والا ہوں۔ ان کے متعلق میں اس انتظار میں تھا کہ جماعت چندہ سے سبکدوش ہو لے تو میں انہیں پیش کروں۔ اب خدا کے فضل سے چونکہ جماعت اسے پورا کر چکی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس وقت اتنا ذکر دوں کہ جماعت ان کے لئے تیار ہو جائے یہ قربانیاں جو میں چندہ خاص کے بعد چاہتا ہوں وقتوں اور آراموں کی قربانیاں ہوں گی۔ پس جماعت کو چاہیے کہ وہ پہلے سے تیار رہے تا وقت پر کوئی شخص کمزوری محسوس نہ کرے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو اس کام کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اس فرض کو اچھی طرح ادا کر سکیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمارے سپرد کیا گیا اور خدا کرے کہ ہم لوگوں کو کھینچ کر مسیح موعود کی طرف لے آئیں - خدا ہم سب کو توفیق بخشے۔

(الفضل ۲۵ جولائی / ۱۹۲۵ء)

ا۔ سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۲۹۳

۲۔ ہیرو اینڈ ہیرو ورشپ مصنفہ کارلائل